عہدِ مغلیہ میں مسلم خواتین کی دینی و سماجی خدمات: تجزیاتی مطالعہ

محمد ریاض محمود ❁
مہتاب اعظم ❁

ا۔ موضوع کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

انسانی تمدن کے ارتقا میں جن قدیم تہذیبوں نے شاندار کردار ادا کیا، ان میں یونانی، رومی، ایرانی، مصری، چینی اور ہندی تہذیبیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ہمیں اس تاریخی حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیے کہ دنیا کی ہر تہذیب نے قدیم تہذیبوں سے استفادہ کیا ہے اور ان کے مثبت اثرات کو اپنے دامن میں محفوظ کیا ہے۔ اس ضمن میں مسلمانوں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے تہذیبی ارتقا کے لیے قدیم انسانی فکر و دانش سے خوب استفادہ کیا، اس حقیقت کے شواہد تاریخِ اسلام کے مختلف ادوار میں واضح طور پر ملتے ہیں۔ اس مخصوص نظریاتی پس منظر میں اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کی دینی و سماجی فکر اور اُن کا تمام تر تہذیبی شعور انسانی فہم و ادراک کی معراج ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مدینہ طیبہ کی اولین اسلامی ریاست میں ایک مثالی تہذیب و تمدن کا بنیادی اور اصولی نقشہ فراہم کیا گیا، جس نے عہدِ خلافتِ راشدہ (۱۱ھ–۴۰ھ)، عہدِ بنی امیہ (۴۱ھ–۱۳۲ھ) اور عہد بنی عباس (۱۳۲ھ–۶۵۶ھ) میں اپنی تدریجی منازل طے کیں۔ علاوہ ازیں برصغیر میں سلاطین دہلی (۱۲۰۶ء–۱۵۲۶ء) اور مغل حکم رانوں (۱۵۲۶ء–۱۸۵۷ء) کے ادوار میں اسلامی تہذیب اور اُس کے مظاہر کو وسعت حاصل ہوئی۔ مغل حکم رانوں کی سرپرستی میں بہت سے علمی و ادبی کام انجام پائے لیکن مؤرخین کے بعض طبقات کی یہ ستم ظریفی ہے کہ انھوں نے سارا زورِ قلم فتوحات کی داستان سرائی میں صرف کر دیا اور علم و ادب کی خدمت کے حقائق و واقعات کو قابلِ توجہ نہیں سمجھا۔ تاہم اس دور کا تاریخی مواد اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ مغلوں نے تہذیب و تمدن کے ارتقا میں ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا ہے۔ خصوصاً شاہی خانوادے سے تعلق رکھنے والی خواتین نے علمی و ادبی سرگرمیوں میں خوب دل چسپی لی۔ انھوں نے مدارس و مساجد کے قیام

❁ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات۔ (dr.riazmahmood@uog.edu.pk)
❁ ریسرچ اسکالر، پی ایچ ڈی علومِ اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات۔

میں اہم کردار ادا کیا، طلبا اور علما و فضلا کی بھرپور سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی تاکہ وہ معاشی تفکرات سے بے نیاز ہو کر تصنیف و تالیف اور علمی تحقیق کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ اِن خواتین نے اپنی محنت اور ذہانت و ذکاوت کی بدولت ایسا کردار ادا کیا کہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ انھوں نے خواتین کی آزادی اور حقوق، مردوزن کی مساوات، انسانی آبادی کی بہبود و ترقی، روشن خیالی اور فکر و عمل کے حسین امتزاج کے اَن مِٹ نقوش رقم کیے۔ عہد مغلیہ کے مؤرخین نے ان خواتین کے علم و فن اور دانش و بصیرت کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا۔ مغل شاہی خاندان میں ملکہ نور جہاں، گُل رُخ بیگم، گُل بدن بیگم، سلیمہ بیگم، حمیدہ بانو بیگم، جہاں آرا، زیب النساء، زینت النساء، اور مائی لاڈو اپنی علم پروری کے لیے خاص طور پر نمایاں ہیں۔ شہزادی زیب النساء کی تصنیف، **زیب المنشأت** اور جہاں آراء کی کتب **مونس الأرواح** اور **صاحبیه** بالخصوص اہم ہیں ۔ مسلمانوں کے ماضی سے متعلق حقائق کا جائزہ لینے کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس اہم دور کی تہذیب و تمدن کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے زیر نظر مقالے میں"عہدِ مغلیہ میں مسلم خواتین کی دینی و سماجی خدمات: تجزیاتی مطالعہ "کے موضوع کا انتخاب کیا گیا ہے۔

موضوعِ کا براہِ راست تعلق تاریخ اسلام کے مختلف گوشوں سے ہے۔ اس مخصوص علمی، ادبی، تاریخی اور سماجی موضوع کے مختلف پہلوؤں پر اہلِ علم کی جو گراں قدر تصانیف دیکھنے کو ملتی ہیں اُن میں ابو الفضل کی **آئینِ اکبری** اور **اکبر نامہ**، ملا عبد القادر بدایونی کی **منتخب التواریخ**، جہانگیر کی **توزکِ جہانگیری**، میر محمد ہاشم کی **منتخب اللباب**، عاقل خاں رازی کی **واقعاتِ عالمگیری**، گلبدن بیگم کی **ہمایوں نامہ**، مرزا امین قزوینی کی **بادشاہ نامہ**، مستعد خاں کی **مآثر عالمگیری**، معتمد خاں کی **اقبال نامہ جہانگیری**، نجف علی خاں کی **شرح آئین اکبری**، نظام الدین احمد کی **طبقاتِ اکبری**، نظام الملک کی **سیاست نامہ**، یوسف میرک کی **تاریخ مظہر شاہجہانی**، بمل کمار دت کی **ہندوستان کے زمانہء قدیم و وسطیٰ کے کتب خانے**، عبد الحیٔ الحسنی کی **الثقافه الاسلامیه في الهند** "اور **نزهة الخواطر**، عمر رضا کحالہ کی **أعلام النساء**، بایزید بیات کی **تذکرہ ہمایوں و اکبر**، بختاور خاں کی **مرأة العالم**، سجان رائے بھنڈاری کی **خلاصة التواریخ**، شاہ نواز خاں کی **مآثر الامراء**، سر سید احمد خاں کی **آثار الصنادید**، عنایت عارف کی **شرف النساء**، طالب ہاشمی کی **تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین**، سید محمد سلیم کی **مسلمان خواتین کی دینی و علمی خدمات**، محمد اسحاق بھٹی کی **اسلام کی بیٹیاں**، سجاد باقر رضوی کی **داستانِ مغلیہ**، صباح الدین عبد الرحمٰن کی **بزم تیموریہ** اور **مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے**، ڈاکٹر مبارک علی کی **مغل دربار**، مولانا وحید الدین خاں کی **خاتونِ**

اسلام، شہاب سلیم کی سونامور خواتین اور مومن خاں عثمانی کی خواتینِ اسلام کا تاریخی کردار، نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ مذکورہ کتب میں بحیثیتِ مجموعی عورت کی حیثیت اور چند نمائندہ خواتین کی خدمات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اِن میں مغل عہد کے حوالے سے خواتین کے علمی وادبی کردار اور اُن کی سماجی خدمات کے مختلف الجہات پس منظر کی وضاحت کو موضوعِ بحث نہیں بنایا گیا نیز اُن اثرات کا تجزیہ بھی نہیں کیا گیا جو خواتین کی ان خدمات کے نتیجے میں مسلم معاشرت پر مرتب ہوئے۔ اسی علمی وفکری خلا کو پُر کرنے کے لیے اس موضوع کا انتخاب کیا گیا ہے۔ مقالے کو چار اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے، مقالہ کے پہلے حصے میں موضوعِ تحقیق کا تعارف، اہمیت اور علمی و فکری پسِ منظر واضح کیا گیا ہے۔ دوسرے جزو میں خواتین کی دینی و سماجی خدمات کی اسلامی روایت کو ذکر کرتے ہوئے اس کے مختلف مظاہر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تیسرے جزو میں عہدِ مغلیہ کی نامور خواتین کی دینی و سماجی خدمات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جب کہ چوتھے جزو میں نتیجۂ مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔

۲۔ خواتین کی دینی وسماجی خدمات کی اسلامی روایت

اسلام نے مرد و عورت کو علم و حکمت کی تحصیل اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کے لیے مؤثر معاشرتی کردار ادا کرنے کی تعلیم وترغیب دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں جہاں مردوں نے کارہائے نمایاں کا سہرہ اپنے سر سجایا وہاں طبقۂ نسواں نے بھی دینی وسماجی خدمات کی انجام دہی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ مسلم خواتین نے اسلام کے ابتدائی ایام سے ہی مختلف شعبۂ ہائے حیات میں نہ صرف یہ کہ مردوں کا ہاتھ بٹایا بلکہ بہت سے معاملات میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ اس غیر معمولی سرگرمی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اسلام نے عورت کی تعلیم وتربیت کے لیے بہت سے احکامات دیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت میں معلمین کی طرح معلمات کا تقرر بھی ہوتا تھا۔ حضرت اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا بنت عبد اللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار عہد رسالت کی معلمات میں بجا طور پر کیا جاسکتا ہے۔[۱] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذہانت وحکمت اور حافظہ کی دولت سے مالا مال تھیں۔ انھوں نے اپنا بچپن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تربیت میں گزارا جب کہ جوانی میں کاشانۂ نبوت سے مسلسل کسبِ فیض کیا۔ ابتدائی عمر سے ہی جب قرآنِ حکیم کی آیات سُنتیں تو اُنھیں حفظ کر لینے کے ساتھ ساتھ اِن آیات کے زمانۂ نزول اور جائے نزول دونوں کو بھی اپنے حافظے میں محفوظ کر لیتیں۔ اِس تاریخی حقیقت کا اندازہ اِس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ

۱۔ محمد حمید اللہ، **عہد نبوی کا نظام حکمرانی** (کراچی: اردو اکیڈمی، ستمبر ۱۹۸۷ء)، ۲۰۶۔

آیت ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ﴾ [۲] کے بارے میں اُن کا قول ہے کہ یہ آیت مکہ میں اُس دور میں نازل ہوئی جب وہ چھوٹی تھیں اور کھیلا کُودا کرتی تھیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران اُس زمانے میں نازل ہوئیں جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو کر آپ ﷺ کے ہاں تشریف لا چکی تھیں۔ [۳] آپؓ کے علمی شغف خصوصاً قرآن مجید کے معنٰی و تفسیر سے گہری دلچسپی کی وجہ سے ہی آپؓ کو کبار مفسرین میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس اعزاز و امتیاز کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ انہیں عربی زبان و ادب اور اشعار سے متعلق قابلِ قدر معلومات حاصل تھیں۔ [۴]

تاریخ اسلام میں عورت کا کردار محض علمی و فکری اور نظریاتی و تربیتی حوالے سے ہی اہم نہیں رہا بلکہ سماجی و رفاہی میادین میں بھی اُس کا کردار بے مثال اور قابلِ تحسین رہا ہے۔ اس دعوے کی دلیل کے طور پر بہت سے تاریخی حقائق کو پیش کیا جا سکتا ہے مثلاً حضرت زینبؓ بنت جحش چمڑے کی دباغت کرتی تھیں، وہ سوئی کا کام کرنے اور مشکیں سینے میں ماہر تھیں۔ [۵] حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا شراکت کی بنیاد پر تجارت کیا کرتی تھیں۔ [۶] حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا اُمِّ بنی انمار بھی تجارت کرتی تھیں۔ [۷] عہدِ رسالت میں خواتین باغبانی اور کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ باغات و کھیتی کی خرید و فروخت بھی کرتی تھیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ کی خالہ کو عدت طلاق کے دوران حضور ﷺ نے باغات کاٹنے اور فروخت کرنے کی اجازت دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باغ میں جاؤ، کھجور

۲۔ القرآن، ۵۴: ۴۶۔

۳۔ محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب التفسیر، تفسیر: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ (لبنان: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، رقم: ۴۸۷۶۔

۴۔ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان بن قایماز الذہبی، **سیر أعلام النبلاء** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۹۸۴ء)، ۲: ۱۴۰۔

۵۔ محمد عبد الحئی بن عبد الکبیر ابن محمد الحسنی الادریسی الکتانی، **التراتیب الاداریة و العمالات و الصناعات و المتاجر و الحالة العلمیة التی کانت علی عهد تأسیس المدینة الاسلامیة فی المدینة المنورة العلمیة** (بیروت: دار الأرقم، س۔ن)، ۲: ۱۴۱۔

۶۔ محمد حمید اللہ، **رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی** (کراچی: دار الاشاعت، ۱۹۸۰ء)، ۹۵۔

۷۔ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی بالولاء، البصری، البغدادی ابن سعد، **الطبقات الکبری** (بیروت: ۱۹۸۶ء)، ۸: ۲۳۸۔

کے درخت کاٹو، پھر اس رقم سے صدقہ کرو۔[۸] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسماء رضی اللہ عنہا بنت مخربہ اور خولہ بنت ثویب عطر کا کاروبار کرتی تھیں۔[۹] مسلمانوں کے ہاں دینی وسماجی میدان میں عورت ہمیشہ ایک اہم حوالے کے طور پر متعارف رہی ہے۔ اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی راہ اُن کی ہمشیرہ فاطمہ بنت خطابؓ نے ہموار کی۔[۱۰]

دینی مشاغل میں خواتین کا خصوصی انہماک بھی تاریخ اسلام کا ایک اہم باب ہے۔ حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا نے کئی غزوات میں شرکت کی، وہ مجاہدین کے لیے کھانا پکاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتیں۔[۱۱] انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ حدیث کو روایت کیا ہے۔[۱۲] عہدِ رسالت میں خواتین نمازِ جمعہ میں شریک ہوا کرتی تھیں تاکہ دینی مسائل سیکھ سکیں، چناں چہ ایک صحابیہ حضرت اُمِّ ہشام رضی اللہ عنہا نے نمازِ جمعہ کے خطبے کے ذریعے سورۃ ق سیکھی۔[۱۳] عورتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مسائل کا حل تلاش کیا کرتی تھیں۔ حضرت خنساء بنت خرام رضی اللہ عنہا کے والد نے ان کا نکاح ان کی مرضی کے بغیر کسی سے کرادیا۔ وہ بالغ تھیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی پریشانی بیان کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو فسخ کر دیا۔[۱۴] حضرت اُمِّ سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا وہ خوش بخت انصاری صحابیہ ہیں جنھوں نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرتی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے بیٹے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایسے معروف لوگ ہیں۔[۱۵] حضرت اُمِّ

۸- سلمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر ابوداؤد، **سنن أبي داؤد**، کتاب الطلاق (بیروت: المکتبة العصریة)، ۲:۲۰۷۔

۹- ابن سعد، مصدر سابق، ۴: ۲۳۸۔

۱۰- ابو محمد عبدالملک الحمیری المعافری ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ** (بیروت: دارالصحابة، ۱۹۹۵ء)، ۱:۴۲۹۔

۱۱- ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد النمری القرطبی ابن عبدالبر، **الاستیعاب في معرفة الأصحاب** (بیروت: دارالجیل، ۱۹۹۲ء)، ۴: ۱۹۴۷۔

۱۲- ابوالحسن علی بن محمد الجزری ابن اثیر، **أسدالغابة في معرفة الصحابة** (بیروت: دارابن حزم، ۲۰۱۲ء)، ۱۶۲۴۔

۱۳- ابن سعد، مصدر سابق، ۸: ۴۱۲۔

۱۴- ابن اثیر، مصدر سابق، ۱۵۰۷۔

۱۵- ابن عبدالبر، **الاستیعاب**، ۴: ۱۹۴۱۔

ہانی رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہن فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئیں، اُن سے چھالیس احادیث مروی ہیں، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست کسبِ علم و فیض فرمایا، احادیث کو روایت کیا اور حدیث و فقہ کی ماہر قرار پائیں۔ ان کے راویوں میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایسی اہم شخصیات شامل ہیں۔[16] ان کی شجاعت و بہادری بے مثال تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سفر ہجرت کے دوران غارِ ثور میں مقیم تھے تو انھی کی جرأت تھی کہ وہ وہاں کھانا پہنچایا کرتی تھیں۔ ایک بار جب کھانے کا منہ بند کرنے کے لیے کچھ نہ ملا تو انھوں نے فوراً اپنی کمر کے پٹکے کو پھاڑ کر اس سے کھانے کا منہ باندھ دیا۔ اس پس منظر میں ان کو ذات النطاقین کا لقب حاصل ہے۔ یعنی "دو پٹکوں والی"۔[17] شرعی معاملات میں آپؓ کی احتیاط اور حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کی والدہ قتیلہ بنت العزی[18] آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں جنھیں آپ نے جاہلیت میں طلاق دے دی تھی۔ آپ کے بطن سے حضرت اسما اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دوسری ام رومان ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں جو اپنے قبول اسلام سے پہلے تحائف لے کر آئیں تو انھوں نے لینے سے انکار کر دیا اور وضاحت کی کہ جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت نہ کرلیں ان تحائف کو قبول نہیں کر سکتیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست تحصیل علم کرتی رہیں، ان کو خواب کی تعبیر جاننے میں بڑی مہارت تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر اوقات ان سے خوابوں کی تعبیر دریافت کیا کرتے تھے۔[19] ان کے ہاں احیاے دین کی فکر کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے دو مرتبہ ہجرت فرمائی یعنی ۵ نبوی میں حبشہ کی طرف اور ۷ ہجری میں مدینہ منورہ کی طرف۔[20] انھوں نے ساٹھ احادیث کو روایت کیا ہے۔ ان کے راویوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت

۱۶۔ ابن اثیر، مصدرِ سابق، ۲: ۱۴۷۲۔

۱۷۔ ابن عبدالبر، مصدرِ سابق، ۴: ۱۷۸۲۔

۱۸۔ ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم** (دار طیبة للنشر و التوزیع، ۱۴۲۰ھ)، ۸: ۱۱۸۔

۱۹۔ ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی، **الإصابة في تمييز الصحابة** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۵ھ)، ۱۳: ۱۳۴۔

۲۰۔ ابن سعد، مصدرِ سابق، ۸: ۲۶۶۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایسے عظیم اصحاب رسولؐ شامل ہیں۔[۲۱] تابعیات میں سے حضرت حفصہ بنت سیرین رضی اللہ عنہا قرآن مجید کی قراءت اور حدیث سے متعلق مختلف علوم کی ماہر تھیں اور زہد و تقویٰ میں معروف تھیں۔[۲۲]

عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور عہدِ خلافتِ راشدہ میں مسلم خواتین کی دینی و سماجی میادین میں بے مثال کارکردگی کا زبردست اثر عہدِ بنواُمیہ اور عہدِ بنوعباس کی خواتین پر ہوا۔ تعلیم و تدریس، زہد و تقویٰ، شعر و ادب اور سماجی ترقی کے مختلف شعبوں میں عہدِ بنواُمیہ کی جن خواتین نے نمایاں کردار ادا کیا اُن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی میسون بنت بحدل، یزید بن معاویہ کی بیٹی عاتکہ، مروان بن الحکم کی بیٹیاں فاطمہ اور عاتکہ، عبدالملک بن مروان کی بیٹی فاطمہ، ولید بن عبدالملک کی بیوی اُمّ البنین، عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اُمّ عاصم اور ان کی بیوی فاطمہ، امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں فاطمہ اور سکینہ، طلحہ بن عبیداللہ کی بیٹی عائشہ، ابودردہ رضی اللہ عنہ کی بیوی اُمّ الدّردہ صغریٰ، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شاگردہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن، معروف صحابی خالد رضی اللہ عنہ بن سعید کی بیٹی اُمّ خالد، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید ثقفی، سیاست وادب اور علمِ نجوم کی ماہر عائشہ بنت طلحہ اور بکارہ ہلالیہ شامل ہیں۔[۲۳] عباسی عہد کی جن خواتین نے قابلِ فخر علمی، ادبی، تدریسی اور سماجی کارہائے نمایاں انجام دیے اُن میں خلیفہ مہدی کی بیوی خیزران اور بیٹیاں عباسہ اور علیّہ، ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ، یحیٰ برمکی کی بیوی اُمّ جعفر عتابہ، معتصم باللہ کی بیٹی عباسیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی عباسہ بنت فضل، مامون الرشید کی بیویاں اُمّ عباس اور بوران، حسّان بن زید تابعی کی بیٹی اُمّ عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی زینب بنت سلیمان الہاشمیہ، معروف بزرگ اور صوفی خاتون حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اور اُن کی والدہ خیرہؒ نہایت قابلِ ذکر ہیں۔[۲۴]

۲۱۔ ابن اثیر، مصدرِ سابق، ۱۴۷۵۔

۲۲۔ عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی، **صفة الصفوة** (بیروت:مؤسسة الکتب الثقافیة،۱۹۹۲ء)،۲۱:۴۔

۲۳۔ عروش فاطمہ، **عہد بنوامیہ میں خواتین کی علمی و ادبی سرگرمیوں کے اثرات کا تجزیاتی مطالعہ**، مقالہ ایم فل علومِ اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات، سیشن:۲۰۱۳ء تا۲۰۱۵ء ص:۱۵-۱۵۰۔

۲۴۔ کومل اختر، **عہد بنوعباس میں خواتین کی علمی و ادبی سرگرمیوں کے اثرات کا تجزیاتی مطالعہ**، مقالہ ایم فل علومِ اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات، سیشن:۲۰۱۳ء تا۲۰۱۵ء ص:۲۵-۱۲۰۔

۳۔ عہدِ مغلیہ کی اہم خواتین کی دینی و سماجی خدمات

برصغیر کی مذہبی اور سیاسی تاریخ میں عہد مغلیہ ایک قابلِ فخریادگار اور عظیم انقلاب کی ناقابلِ فراموش تاریخ سموئے ہوئے ہے۔ تہذیبی اور ثقافتی میدان میں جو کارہائے نمایاں اس زریں دور میں انجام پائے اُن کا مطالعہ اس خطے کے عوام کی نفسیات کی تفہیم میں ایک اہم عنصر کی حیثیت رکھتاہے۔ علم و عرفان، فکر و تصوف، تعمیر و ترقی، جواں مردی اور دانش مندی، الغرض بہت بہت سی ایسی خصوصیات ہیں جو اس دور کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ یہ دور ظہیرالدین بابر (۱۴۸۳ء- ۱۵۳۰ء) کی فتوحات سے شروع ہو کر بہادر شاہ ظفر (۱۷۷۵- ۱۸۶۲ء) کی عبرت ناک شکست پر ختم ہوتا ہے۔ اِس دوران نصیرالدین محمد ہمایوں (۱۵۰۸- ۱۵۵۶ء)، جلال الدین محمد اکبر (۱۵۴۲- ۱۶۰۵ء)، نُورُ الدین محمد جہانگیر (۱۵۶۹- ۱۶۲۷ء)، شہاب الدین محمد شاہجہاں (۱۵۹۲- ۱۶۵۸ء) اوراورنگزیب عالمگیر (۱۶۱۸-۱۷۰۷ء) جیسے عظیم حکمرانوں اور شیخ ابوالفیض فیضی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۴۷- ۱۵۹۵ء)، ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۵۱ء-۱۶۰۲ء)، مجدد الف ثانیؒ (۱۵۶۴-۱۶۲۴ء)، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۵۱ء- ۱۶۴۲ء)، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۰۳- ۶۲ ۱۷ء)، غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۰۴-۱۷۸۶ء)، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱۰ھ) اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۴۶ء- ۱۸۲۴ء) جیسے اساطینِ علم نے سیاست و حکومت، مذہب و سماج، تعلیم و تزکیہ اور ادب وثقافت کے میادین میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ان فلاحی و اصلاحی اقدامات کے فیوض و ثمرات سے استفادہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے بھی کیا، عورتوں نے دینی بصیرت اور سماجی شعور کے حصول کے لیے اَن تھک محنت کی، اس ضمن میں شاہی خواتین کا کردار بڑا اہم رہا۔ شاہی خواتین نے علم وادب اور فکر وآگہی کے ارتقاواستحکام میں قرون اولیٰ کی خواتین کے قابل تقلید نمونوں کا اتباع کیا۔ ان کے علمی شعور میں جہاں اسلامی تعلیمات شامل تھیں، وہاں عہدِ رسالت اور عہدِ خلافت راشدہ کی خواتین کا اُسوہ بھی جلوہ گر تھا۔ان کے سامنے جن مثالی خواتین کا نقشہ تھا اُن کی علمی، تعلیمی، روحانی اور پیشہ وارانہ ذمہ داریاں تذکرہ نویسوں کے ہاں بڑی مقبول ومعروف تھیں۔ تاریخ اسلام میں خواتین کی ان سرگرمیوں کے تذکروں نے مغل خواتین میں دینی وسماجی حوالے سے زبردست تحریک پیدا کر دی تھی۔ شاہی خاندان سے وابستہ ان خواتین کی انسان دوستی اور دینی شعور کی ایک اہم وجہ مغل حکم رانوں کے وہ اقدامات ہیں جو انھوں نے خالصتاً اپنے اہل خانہ کی تعلیم و تربیت کی غرض سے اُٹھائے۔اس کی ایک خوب صورت مثال موتی مسجد کی ہے۔ یہ مسجد اورنگ زیب نے موتی محل کے

اندر تعمیر کرائی۔ کیوں کہ وہ اپنے لیے اور اپنی بیگمات کے لیے نماز پڑھنے کے بہترین اور صاف ستھرے انتظامات کرنا چاہتا تھا۔ یہ مسجد سنگ مرمر سے تعمیر کی گئی ہے۔ احاطے کی شمالی دیوار میں زنانہ محل سے آنے کا راستہ ہے جس سے بیگمات آکر، نماز میں شریک ہوتی تھیں۔ مسجد کے شمال میں ایک حجرہ تھا جو ذکر و وظائف کے لیے خاص تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی کے دو سال بعد ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے میں اس مسجد کو بنوایا تھا۔[۲۵] اسلامی تعلیمات، مسلم خواتین کے شاندار دینی و سماجی کارناموں اور مغل حکم رانوں کے نظامِ تعلیم و تربیت نے عہدِ مغلیہ کی خواتین کو دین و دانش، تاریخ و تصوف اور عام آدمی کی اصلاح و فلاح کی جانب راغب کیا۔ اس عہد میں شاہی خاندانوں سے وابستہ جن خواتین نے علم و ادب اور سماجی ترقی کے مختلف میدانوں میں بیش قدر خدمات انجام دیں اُن کے احوال و آثار اور خدمات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ گُل رُخ (م۱۵۲۹ء)

یہ بابر کی بیٹی، گُل بدن بیگم اور ہمایوں کی بہن نیز اکبر کی پھوپھی تھی، صالحہ سلطان بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی اس کی والدہ شعر و شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتی تھی اور موزوں اشعار کہتی تھی، والدہ کی تربیت اور سرکاری و نجی انتظامات کا ہی اثر تھا کہ شہزادی گُل رُخ نے بھی شعر و شاعری میں شہرت پائی۔[۲۶] اس کی شادی ایک صوفی بزرگ مرزا نورالدین محمد کے ساتھ ہوئی۔ نواب علی حسن خاں کی کتاب **صبح گلشن** میں اس کی شاعری کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا: "بہ گُل رخی و شگفتہ گوئی سلیقہ شاعری سر آمد زمرہ نسواں غنچہ۔ دانش بہ نسیم اشعار لطیف می"[۲۷] **مخزن الغرائب** (قلمی نسخہ دارالمصنفین) اور **ریاض الشعراء** (قلمی نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی) میں شہزادی کا نام شعراء کی فہرست میں درج ہے اور ساتھ ہی یہ شعر نقل کیا گیا:

ہیچ کہ آں شوخ گل رخسار بے اغیار نیست
راست بود آنکہ در عالم گل بے خار نیست[۲۸]

۲۵۔ سرسید احمد خان، **آثار الصنادید**، مرتب خلیق انجم (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۰ء)، ۲: ۱۸؛ سید صباح الدین عبد الرحمن، **مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے** (اعظم گڑھ: یوپی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، ۲۰۰۹ء)، ۱۲۶: ۱۲۷۔

۲۶۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزم تیموریہ (اعظم گڑھ: یوپی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، ۲۰۰۹ء)، ۳: ۲۲۳۔

۲۷۔ نفس مرجع، ۳: ۲۲۳۔

۲۸۔ نفس مرجع۔

۲- ماہم انگہ (م ۱۵۶۲ء)

یہ اکبر کی رضاعی ماں تھی، رضاعت کی نسبت سے ہی ماہم انگہ کے نام سے معروف ہوئی، وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون تھی۔ وہ مذہبی اور سماجی سرگرمیوں میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیا کرتی تھی۔ اس نے "خیر المنازل" کے نام سے دہلی کے پرانے قلعے کے متصل ایک عظیم الشان مدرسہ بنوایا، اس کے ساتھ ایک خوب صورت مسجد بھی تعمیر کرائی جس میں طلبہ کے قیام کے لیے بہت سے حجرے بھی تھے۔ مسجد کے مرکزی دروازے کے اوپر سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے:

بدو ران جلال الدین محمد کہ باشد اکبر شاہان عادل

چو ماہم بیگم عصمت پناہی بنا کرد ایں بناء بہر افاضل

دلے شد ساعی ایں بقعہ خیر شہاب الدین احمد خاں باذل

زہے خیریت ایں بقعہ خیر کہ شد تاریخ او خیر المنازل

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہم انگہ نے ۹۶۹ھ /۱۵۶۱ء میں شہاب الدین احمد خاں کی نگرانی میں یہ عمارت تعمیر کروائی۔[۲۹]

۳- گل بدن بیگم (۱۵۲۲- ۱۶۰۳ء)

یہ پہلے مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کی بیٹی، دوسرے بادشاہ ہمایوں کی بہن اور تیسرے بادشاہ اکبر کی پھوپھی تھی۔ بڑی سخی اور فیاض تھی، شاعرہ، انشا پرداز، تاریخ نویس اور عالمہ تھی، مطالعے کے اعلیٰ ذوق کی حامل تھی۔[۳۰] علما و فضلا کو وظائف سے نوازا کرتی، لاوارث لڑکیوں کی پرورش کو اپنے لیے سعادت سمجھتی تھی۔[۳۱] علمی میدان میں اس کے رجحانات کی عکاسی اُس معروف کتب خانے سے ہوتی ہے جسے نہ صرف یہ کہ اس نے بڑے اہتمام سے قائم کیا بلکہ اس کی وسعت و ترقی کے لیے مسلسل کوششیں کرتی رہی۔[۳۲] اس کی مذہبی

۲۹- سر سید احمد خان، **آثار الصنادید**، ۴۷۔

۳۰- محمد فاضل خاں، **کتب خانوں کی تاریخ** (ملتان: بیکن بکس، گلگشت، ۱۹۸۸ء)، ۲۳۰۔

۳۱- مومن خاں عثمانی، **خواتین اسلام کا تاریخی کردار** (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز)، ۱۹۹۔

۳۲- بایزید بیات، **تذکرہ ہمایوں و اکبر** (کلکتہ: ۱۹۴۱ء)، ۷۷؛ ظفر الاسلام اصلاحی، **تعلیم عہد اسلامی کے ہندوستان میں** (اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، ۲۰۱۰ء)، ۱۲۷۔

دل چسپیوں کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے حجازِ مقدس میں تین سال قیام کیا، اس دوران حج، عمرہ اور روضۂ رسول کی زیارت کے شرف بارہا حاصل کیے۔[۳۳] علم وادب سے اس کے شغف کا واضح اظہار اس کی فارسی تصنیف **ہمایوں نامہ** سے ہوتا ہے، یہ کتاب بادشاہ اکبر کی درخواست پر تحریر کی گئی۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ **اکبر نامہ** کے مؤلف ابوالفضل نے بھی اپنی تصنیف کے لیے اس کتاب سے استفادہ کیا۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ "ہمایوں نامہ" کے علاوہ گل بدن بیگم کا ایک فارسی دیوان بھی تھا جو کہ کہیں ضائع ہو گیا تھا۔[۳۴]

ہمایوں نامہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں بابر جب کہ دوسرے حصے میں ہمایوں کے حالات ذکر کیے گئے ہیں۔ اختصار، سادگی اور مبالغہ آمیزی سے گریز کا رجحان پایا گیا ہے۔ طرزِ بیان بہت صاف وشفاف ہے، چھوٹے چھوٹے فقروں اور عام بول چال کے الفاظ کی مدد سے بات سمجھائی گئی ہے، قدیم اور مشکل تراکیب استعمال نہیں کی گئیں، بعض مقامات پر ترکی اور ہندی کے الفاظ اور تراکیب استعمال کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گل بدن بیگم، اس کے والدین حتیٰ کہ اُس کا شوہر بھی ترکی زبان بولا کرتے تھے۔ بابر کے بارے میں نسبتاً کم معلومات درج کی گئی ہیں جب کہ ہمایوں کی سیاسی جدوجہد اور نجی زندگی کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ بادی النظر میں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ہمایوں کے عہد کو خود دیکھا تھا۔ برصغیر میں مسلم اقتدار خصوصاً عہد مغلیہ کے آغاز کی درست معلومات کے حصول کے ضمن میں یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس میں اُس عہد کے تمدن، سیاست ومعیشت حتیٰ کہ خانگی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے۔ شادی، جلسہ، سفر، سیر، شکار، لباس، موسیقی، شعر وادب الغرض انسانی زندگی کے بے شمار پہلوؤں پر رواں تبصرہ اس کتاب میں موجود ہے، یاد رہے کہ مختلف واقعات کی منظر کشی کی صلاحیت گل بدن بیگم میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ اس کتاب کو بڑی حد تک غیر جذباتی، غیر جانبدارانہ، معتدل اور مبنی بر حقیقت قرار دیا جاسکتا ہے۔

۴۔ حمیدہ بانو بیگم (۱۵۲۷۔ ۱۶۰۴ء)

یہ نصیر الدین محمد ہمایوں کی بیگم تھی، مذہبی اور سماجی ذوق کی حامل تھی، بڑے اہتمام سے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی، اس نے سیاسی اور جنگی میدان میں ہمایوں کا مردانہ وار ساتھ دیا، کئی کئی دن جنگلوں میں قیام،

۳۳۔ شہاب سلیم، **سونامور خواتین** (لاہور: روبی پبلی کشنز، ۲۰۱۱ء)، ۱۴۹۔

۳۴۔ محمد علم الدین سالک، **مقدمہ بر ہمایوں نامہ** از گل بدن بیگم (لاہور: مطبع عالمگیر)، ۳۲۔

سفر اور بھوک کی صعوبتیں برداشت کیں۔(۳۵) عربوں سے اُنس وعقیدت رکھتی تھی، تین سو کے قریب عربوں کو لاکر ایک بستی میں آباد کیا، یہ بستی اب بھی عرب سرائے کے نام سے معروف ہے اور دہلی سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔(۳۶)

۵- سلیمہ سلطان بیگم (۱۵۲۹- ۱۶۱۳ء)

یہ گُل رُخ بیگم کی بیٹی اور بابر کی نواسی تھی۔ اس کے والد مرزا نورالدین محمد کی طرف سے اس کا سلسلۂ نسب خواجگانِ کاشغر سے ملتا ہے۔ باپ کا سایہ بچپن ہی میں اُٹھ گیا تھا، اس لیے اس کی تربیت ماں نے اپنے بھائی ہمایوں کی نگرانی میں کی۔ مغلوں کی علمی روایت کے مطابق اس کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی گئی۔ تعلیمی مراحل میں مذہب کو بڑا دخل حاصل تھا۔ ہمایوں نے اکبر کے دور میں اس کی اپنے سیاسی مشیر بیرم خاں کے ساتھ اس کی شادی کردی۔ شادی کے تھوڑے ہی عرصے بعد بیرم خاں کے انتقال کر جانے سے اس کو جوانی میں ہی بیوگی کا دکھ سہنا پڑا۔ اس کی دل جوئی اور تسلّی کے لیے اکبر بادشاہ نے اس سے شادی کرلی۔(۳۷) اکبر کو نکاح کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ ایک بیوی میسر آئی بلکہ اس کے دائرۂ مشاورت میں ایک عقل منداور سیاسی بصیرت کی حامل خاتون کا اضافہ ہوگیا۔ اکبر کے ایما پر شاہی خاندان کے بعض مشکل مسائل کو اُس نے بڑی خوش اُسلوبی سے حل کردیا۔(۳۸)

یہ نہایت خوش مزاج، شیریں کلام، حاضر جواب، نیک سیرت، باسلیقہ، علم دوست، صاحبِ تدبیر، دین دار اور فیاض خاتون تھی، مختلف علوم وفنون سے بخوبی آگاہ تھی۔ اس نے ملکہ ہونے کے باوجود اپنے حسن سلوک سے رعایا کو بہت خوش رکھا۔ یہ چار مرتبہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ گئی اور حج بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ اس کو مطالعۂ کتب اور شعر وادب سے بہت لگاؤ تھا۔ "مخفی" تخلص کرتی تھی، ایک دفعہ اس نے **سنگھاسن بتیسی** کا فارسی ترجمہ "نامۂ خردافروز" مطالعے کے لیے شاہی کتب خانے سے طلب کیا، معلوم ہوا کہ یہ کتاب گم ہوچکی ہے۔ اس پر مُلّا عبدالقادر بدایونی کو، جو ان دنوں چھٹی لے کر اپنے وطن گئے ہوئے تھے، طلب کر کے

۳۵- گل بدن بیگم، ہمایوں نامہ، ۱۰۳۔

۳۶- طالب ہاشمی، تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین (نئی دہلی: اسلامک بک فاؤنڈیشن)، ۳۹۳۔

۳۷- ابو الفضل، اکبر نامہ (کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۸۷ء)، ۲: ۶۵؛ ظفر الاسلام اصلاحی، **تعلیم عہد اسلامی کے ہندوستان میں**، ۱۰۲۔

۳۸- ابوالفضل، مصدر سابق، ۸۱۵۔

ان سے اصل مسودہ حاصل کیا۔ اس مختصر سے واقعے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شہزادی کو کتابوں سے کتنا لگاؤ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی کتب بینی کے قصے مؤرخین کے ہاں معروف ہوئے، خصوصاً جہانگیر اس کی علمی قابلیت کا بہت معترف تھا۔ یاد رہے کہ اس کا ایک ذاتی کتب خانہ بھی تھا، ان علمی وادبی رجحانات نے اُس کے وقار اور سماجی حیثیت کو چار چاند لگا دیے تھے۔ (۳۹)

۶- نور جہاں بیگم (۱۵۷۷ - ۱۶۲۷ء)

یہ جہانگیر کی بیوی تھی اور اصل نام مہر النساء تھا۔ یہ اپنے وقت کے بااثر وزیر مالیات اعتمادالدولہ غیاث بیگ کی بیٹی تھی۔ (۴۰) ابتدا میں اس کو "نور محل" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا رہا ہے۔ (۴۱) جہانگیر کی چہیتی ملکہ کی حیثیت سے اس نے بڑی پُر تکلف زندگی گزاری۔ اُس نے زیور، پوشاک، بناؤ سنگھار اور دیگر آرائش کی چیزوں میں نئی نئی ایجادات کیں، گلاب کا عطر بھی اسی کی ایجاد ہے مگر جہانگیر کی موت کے بعد اُس نے سادگی اختیار کر لی۔ (۴۲) یہ سنجیدہ، شریف طبع، قابل اور دانش مند عورت تھی، اس کے رحم و کرم اور دست فیض سے ہزاروں بے کس اور نادار عورتیں فیض یاب ہوتی تھیں اور سینکڑوں نادار لڑکیوں کے نکاح اور جہیز وغیرہ کا انتظام اس کے خزانہ سے ہوا کرتا تھا۔ (۴۳) اسے فلاحی اور سماجی سرگرمیوں میں شرکت کرنے کا گہرا شغف تھا، یہی وجہ ہے کہ اس نے سری نگر میں ایک مسجد تعمیر کرائی جسے ناؤ مسجد یا پتھر مسجد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تعلیمی وظائف عطا کرنے اور لڑکیوں کی شادی کے اخراجات برداشت کرنے میں اس کی شہرت تھی۔ (۴۴) مؤرخین نے اس کی علم دوستی، صدقہ وخیرات، متانت اور شرافت ودانش مندی کے بہت سے تذکرے کئے ہیں۔ یہ سماجی سرگرمیوں میں بڑی

۳۹- طالب ہاشمی، مرجع سابق، ۴۲۰؛ عبدالباقی نہاوندی، **مآثر رحیمی** (کلکتہ: ۱۹۲۴ء)، ۲: ۱۱؛ سید صباح الدین عبد الرحمن، **بزم تیموریہ**، ۳: ۲۲۴، ۲۲۳-

۴۰- بنارسی پرشاد سکسینہ، **تاریخ شاہ جہاں**، مترجم: ڈاکٹر سید اعجاز حسین (لاہور: نیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۷ء)، ۴۸-۴۹؛ شہاب سلیم، **سونا مور خواتین**، ۱۴۹۔

۴۱- مبارک علی، **مغل دربار** (لاہور: تاریخ پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ۱۰۵۔

Khan Bhadur Syed Muhammad Latif, *Lahore:Its History, Architectueal Remains and Antiquities* (Lahore: Sang-e-meel Publications, 2005), P.110.

۴۲- طالب ہاشمی، مرجع سابق، ۴۳۶۔

۴۳- سید محمد میاں **علماء ہند کا شاندار ماضی** (لاہور: مکتبہ محمودیہ)، ۱۰۹۔

۴۴- بینی پرشاد، **تاریخ جہانگیر**، مترجم: رحم علی ہاشمی (لاہور: یو پبلشرز، غزنی مارکیٹ اردو بازار، ۲۰۰۶ء)، ۱۹۲۔

متحرک تھی۔ اس نے ایک سرائے تعمیر کرائی جو نور محل کے نام سے مشہور ہوئی اور اسی نام سے ایک قصبہ وہاں آباد کیا۔[۴۵]

نور جہاں کی تعلیم و تربیت پر اپنے والد محترم کی شخصیت کے بہت سے اثرات تھے۔ یاد رہے کہ اس کے والد اپنے علم اور تجربے میں بڑے رسوخ کے حامل تھے۔[۴۶] شعر و ادب اس کا خصوصی ذوق تھا، فی البدیہہ شعر کہتی تھی اور شعرا کی سرپرستی کرتی تھی۔[۴۷] یہ غریب پرور اور فیاض تھی، مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنا خصوصاً بے یار و مددگار لڑکیوں کو تحفظ فراہم کرنا، اس کی وجۂ شہرت تھی۔[۴۸] نیز یہ زبردست سیاسی صلاحیتوں کی مالک تھی۔[۴۹] اپنے شوہر کے اقتدار کی مضبوطی کے لیے اس نے متحرک و فعال کردار ادا کیا۔ اس ضمن میں اس کو اپنے بھائی آصف خاں اور داماد شہریار کی مشاورت اور عملی مدد حاصل رہی۔[۵۰]

۷۔ جاناں بیگم

یہ بیرم خاں کی بیٹی، عبد الرحیم خان خاناں کی بہن اور اکبر کے بیٹے شہزادہ دانیال کی زوجہ تھی، تعلیم یافتہ، دانش ور اور شاعرہ تھی، حسنِ صورت اور حسنِ سیرت دونوں سے آراستہ تھی۔ شہزادہ دانیال کے انتقال کے بعد بقیہ زندگی بیوگی کے عالم میں گزار دی۔ ایک دفعہ جہانگیر نے اس کو نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس نے معذرت کر لی۔ ہمیشہ پاک دامن اور عفت شعار رہی۔ اس کی فیاضی اور اعلیٰ اخلاق کی بڑی شہرت تھی۔ علما و فضلا کی قدر دان اور فقرا و مشائخ سے عقیدت رکھتی تھی۔ زیارتِ حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئی۔ دینی علوم سے اس کی دل چسپی اس امر سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے فارسی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔[۵۱]

۴۵۔ شائستہ پروین، "اسلام اور عصر جدید" (سہ ماہی)، جامعہ ملیہ اسلامیہ، (نئی دہلی: جامعہ نگر، اپریل ۲۰۱۴ء)، ۴۶: ۲، ۱۱۸؛ طالب ہاشمی مرجع سابق، ۴۳۶؛ سید محمد میاں، مرجع سابق، ۱۰۹۔

۴۶۔ بنی پرشاد، مرجع سابق، ۱۹۴۔

۴۷۔ صباح الدین عبد الرحمن، مرجع سابق، ۳: ۲۲۸۔

۴۸۔ بنی پرشاد، مرجع سابق، ۱۹۲۔

۴۹۔ شہنشاہ نور الدین محمد جہانگیر، **توزکِ جہانگیری**، مترجم: اعجاز الحق قدوسی، نظر ثانی: سید حسام الدین راشدی (لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۲۔کلب روڈ، اگست ۱۹۷۰ء)، ۲: ۴۷۶-۴۷۷۔

۵۰۔ بنارسی پرشاد سکسینہ، مرجع سابق، مترجم: ڈاکٹر سید اعجاز حسین، ۷۶-۸۰۔

۵۱۔ طالب ہاشمی، مرجع سابق، ۴۴۰؛ صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ تیموریہ، ۳: ۲۲۵۔

۸۔ ممتاز محل (۱۵۹۴ء۔ ۱۶۳۱ء)

یہ شاہ جہاں کی ملکہ، نور جہاں کی بھتیجی، مرزا غیاث کی پوتی اور آصف خاں کی بیٹی تھی۔ "ممتاز محل" اس کا خطاب تھا جب کہ اصل نام "ارجمند بانو" تھا۔ والدین نے اس کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے کی۔ یہ جہانگیر کی بہو تھی، اُسے اِس کی سلیقہ شعاری، علم و دانش، ادب و تمیز اور حسنِ صورت کا علم ہوا تو اُس نے اپنے بیٹے شاہ جہاں کے لیے اِس کا رشتہ مانگ لیا۔ یوں علم و فضل کی بدولت یہ شاہی خاندان میں شامل ہو گئی۔ شاہ جہاں اس کے مشوروں کو بڑی اہمیت دیتا تھا، اس نے اپنے اثر و رسوخ کو ہمیشہ رعایا کے حق میں استعمال کیا۔ یہ داراشکوہؒ، شاہ شجاع، اورنگ زیب، مراد بخش، جہاں آرا، روشن آرا اور گوہر آرا بیگم کی والدہ تھی۔ اس کی اولاد علم و ادب کے حوالے سے بہت معروف ہوئی۔[۵۲] اس کی خدا ترسی، نرم دلی اور سماجی خدمت پر مبنی فکر کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اُس نے بہت سے لوگوں کی جان بخشی کرائی اور بے شمار قیدیوں کی قید میں تخفیف بھی کرائی۔ اُس کو جو سالانہ بارہ لاکھ روپے ملتے اِس کا بڑا حصہ وہ غرباء اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتی۔[۵۳]

۹۔ سرہندی بیگم (م ۱۶۵۰ء)

یہ شاہ جہاں کی بیوی تھی، اس نے ۱۰۶۰ھ میں لاہوری دروازے کے باہر ایک مسجد تعمیر کرائی، اس کی تعمیر میں سنگ سرخ استعمال کیا گیا۔[۵۴]

۱۰۔ مائی لاڈو (۱۶۰۵ء۔ ۱۶۵۰ء)

عہد مغلیہ میں علم و ادب اور سماجی سرگرمیوں سے دل چسپی رکھنے والی خواتین میں اس کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ جہانگیر کی دایہ تھی اور دوسری روایت کے مطابق یہ شاہ جہاں کی دایہ تھی۔ اس کے خاوند کا نام محمد اسماعیل تھا، دونوں میاں بیوی عابد و زاہد تھے اور لاہور کے رہنے والے تھے۔ مائی لاڈو شیخ سلیم چشتیؒ جو کہ اکبر بادشاہ کے مرشد تھے، کی مرید تھی۔ اس نے فریضۂ حج بھی ادا کیا۔ اس نے لاہور کے محلہ زین خان میں بہت سی حویلیاں بنوائیں اور باغات لگوائے۔ ایک خوب صورت مسجد بنوائی اور اس کے ساتھ ایک مدرسہ

۵۲۔ محمد صالح کمبوہ، **شاہجہاں نامہ** (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۰ء)، ۱۸؛ بنارسی پرشاد سکینہ، مرجع سابق، ۴۵-۵۲۔

۵۳۔ مومن خاں عثمانی، مرجع سابق، ۴۶۹۔

۵۴۔ مرجع سابق، ۲۸۷۔

بھی تعمیر کروایا۔ اپنی جائیداد کا بہت سا حصہ اس مسجد اور مدرسہ کے اخراجات کے لیے وقف کر دیا۔ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر ۱۰۴۱ھ / ۱۶۳۱ء میں مکمل ہوئی۔ (۵۵)

۱۱- اعزالنساء بیگم (م ۱۶۷۷ء)

یہ شاہ جہاں کی بیوی تھی اور "اکبر آبادی محل" کے لقب سے معروف تھی۔ بڑی دین دار، خدا ترس اور مخیر خاتون تھی، اس کا سماجی و رفاہی ذوق مثالی تھا۔ اس نے دہلی کے فیض بازار میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی لاگت سے اکبر آبادی مسجد تعمیر کرائی، نیز اس مسجد کے لیے وقف معین کیے اور حکم صادر کیا کہ وقف جائیداد کی آمدنی مسجد و حمام کی مرمت اور علما و طلبا کی خدمت پر خرچ کی جائے۔ (۵۶)

۱۲- فتح پوری بیگم

یہ بھی شاہ جہاں کی بیوی تھی۔ چاندنی چوک کے مغربی کنارے پر اس نے ایک مسجد تعمیر کرائی جس کی تعمیر پر ڈیڑھ لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ مسجد کے تین بڑے دروازے ہیں جن پر سنگِ سرخ کا کنگورہ اور اِدھر اُدھر برجیاں ہیں، اس کا صحن اَسّی گز مربّع ہے۔ اس مسجد کا طول پینتالیس گز اور عرض بائیس گز ہے۔ ساری مسجد سنگ سرخ سے تعمیر کی گئی ہے۔ مغرب کی طرف اصل مسجد کے دہرے دالان ہیں، جس کے دائیں بائیں بڑے بڑے کمرے ہیں، صحن میں سنگ سرخ کا ایک حوض ہے۔ صدر محراب بہت اونچی ہے، اس پر کنگورے اور دونوں طرف بڑی بڑی برجیاں ہیں، مسجد کا ایک گنبد جو پھیلا ہوا ہے اور چار فٹ اونچی ڈھول پر قائم ہے۔ گنبد سنگ خارا کا ہے لیکن اس انداز سے استرکاری کی گئی ہے کہ سنگ مرمر کا معلوم ہوتا ہے۔ اس پر سیاہ اور سفید دھاریاں پڑی ہوئی ہیں۔ اس کا کلس چونے گچی کا ہے، پیش طاق کے دونوں طرف بارہ فٹ کے فاصلے پر تین تین درّوں کی بنگڑی دار محرابوں کے دو دو دالان ہیں جو تیس فٹ اونچے اور دس فٹ چوڑے ہیں۔ ان کی چھتوں پر بھی کنگورہ ہے۔ مسجد کے پیچھے سنگ سرخ کے ستونوں کی قطاریں ہیں جن کے بالائی اور زیریں حصے پر نقش و نگار ہیں۔ منبر سنگ مرمر کا ہے۔ دونوں کونوں پر دو مینار ہیں جو پینتیس پینتیس گز اونچے ہیں۔ فتح پوری بیگم نے آگرہ میں بھی ایسی ہی ایک مسجد بنوائی، وہ بھی سنگ مرمر کی ہے، درمیانی ارتفاع سوا چودہ گز ہے۔ دونوں جانب تین تین در کے محراب دار دالان بنے ہوئے ہیں، اندر ایک سو چھہتر مصلّوں کا سنگین فرش ہے، اوپر ایک شاندار گنبد ہے جو ایک چبوترے پر ہشت پہلو تعمیر ہے۔ چھت

۵۵- طالب ہاشمی، مرجع سابق، ۴۵۷۔

۵۶- مرجع سابق، ۳۶۵۔

کے چاروں کونوں پر سنگ سرخ کی چار برجیاں ہیں۔ مسجد کے مشرقی جانب گیارہ محراب دار دالانوں کا برآمدہ ہے جس کی پشت پر چار پانچ حجرے ہیں۔ شمال کی طرف پندرہ مزید برآمدے ہیں، برآمدہ کی پشت پر تین حجرے ہیں، اسی برآمدہ کے صحن میں چبوترہ ہے جس سے ملحق ایک حوض ہے، اس میں فوارہ بھی ہے۔ (۵۷)

۱۳- جہاں آرا بیگم (۱۶۱۴- ۱۶۸۱ء)

یہ شاہ جہاں کی وہ بیٹی تھی جو ممتاز محل کے بطن سے پیدا ہوئی۔ یہ بڑی علم پرور اور شعرا کی قدردان تھی۔ زبان دانی اور ادب شناسی میں شہرت رکھتی تھی۔ (۵۸) اس کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی گئی، اس کو پڑھانے کے لیے صدر النساء خانم کا انتخاب کیا گیا صدر النساء خانم فارسی اور قرآن مجید کی قراءت میں مہارت رکھتی تھی اور اُس کا تعلق ایران کے ایک معروف علمی خاندان سے تھا۔ یہ خاندان طب و ادب میں شہرت کا حامل تھا۔ جہاں آرا کے لیے کیے گئے تربیتی انتظامات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شاہ جہاں اپنی بیٹی کی تعلیم کے بارے میں کتنا حسّاس اور فکر مند تھا۔ (۵۹) جہاں آرا محل کے انتظامات کی ذمے دار ہوتی تھی اور خاندان میں ہونے والی تقریبات کو نظم و ترتیب دینے میں بڑی فعال ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں سیاسی مسائل میں بہترین مشاورت فراہم کرتی تھی۔ (۶۰) وہ دینی اقدار، علمِ تاریخ، تصوف اور شعر و ادب سے گہرا شغف رکھتی تھی۔ اس نے خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اکابر خلفا شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پر **مونس الأرواح** اور مُلّا شاہ بدخشیؒ کے سوانح پر **صاحبیہ** کے نام سے کتب تحریر کیں۔ یہ دونوں کتب اُس کے صوفیانہ مزاج کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ (۶۱) تاریخی شواہد رہ نمائی کرتے ہیں کہ اُس نے عمر بھر شادی نہیں کی۔ (۶۲) یہ فن تعمیر کی دل دادہ

۵۷- شائستہ پروین، مرجع سابق، ۱۲۱- ۱۲۲۔

۵۸- غلام آزاد بلگرامی، **مآثر الکرام** (آگرہ: مفید عام پریس، ۱۹۱۰ء)، ۲: ۹۱-۹۲؛ سید صباح الدین عبد الرحمن، مرجع سابق، ۳: ۲۳۰-۲۳۷؛ شائستہ پروین، مرجع سابق، ۱۱۸- ۱۲۱۔

59- Andrea Butenschon, *The Life Of Mogul Princess:Jahanara Begam* (Lahore: Sang-e-Meel Publications,2004), P:1-220.

۶۰- شوکت علی فہمی، مرجع سابق، ۴۔

۶۱- ایس-ایم جعفر، **تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں** (لاہور: اشرف پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۳ء)، ۱۳۸؛ مومن خاں عثمانی، مرجع سابق، ۱۷۴- ۱۷۵، ۲۹۳۔

۶۲- صباح الدین عبد الرحمن، مرجع سابق، ۳: ۲۳۴۔

تھی، خصوصاً مدارس اور مساجد کی تعمیرات میں وہ دل چسپی رکھتی تھی، اُس نے قلعۂ آگرہ کے صدر دروازے سے متصل پانچ لاکھ روپے کی لاگت سے ۱۶۴۸ء میں ایک مسجد بنوائی۔ یہ مسجد فن تعمیر کا شاہ کار ہے، اس کا گنبد سرخ رنگ کا بنا ہوا تھا، اس مسجد سے ملحقہ ایک مدرسہ بھی بنوایا۔(۶۳) خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس بیگمی دالان بھی جہاں آرا کا بنوایا ہوا ہے، اُس کا فرش سنگ افشاں بری کا ہے، جس پر زری کا کام ہے، ستون سنگ مرمر کے ہیں، دیواروں پر نہایت خوب صورت نقش و نگار ہیں۔(۶۴)

۱۴- اورنگ آبادی محل (م۱۶۸۸ء)

یہ اورنگ زیب عالم گیر کی بیوی تھی، اس نے ۱۱۱۴ھ میں دہلی میں ایک مسجد تعمیر کرائی جس میں طلبہ کے لیے حجرے بھی بنے ہوئے تھے۔(۶۵)

۱۵- زیب النساء (۱۶۳۸- ۱۷۰۱ء)

یہ اورنگ زیب کی بیٹی تھی جو کہ بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی۔ اہلِ علم نے اس کو تیموری شہزادیوں کے علمی چمنستان کا گُلِ سر سبد قرار دیا ہے۔(۶۶) وہ شاعرہ تھی اور اس کا تخلص "مخفی" تھا۔(۶۷) تاریخی شواہد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس نے شادی نہیں کی تھی۔(۶۸) اس نے اپنے وقت کی معروف عالمہ وحافظہ مریم زمانی سے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور تیس ہزار اشرفیاں انعام میں وصول پائیں۔ یہ دینی علوم، عربی وفارسی، فن خطاطی اور تحقیقی امور میں گہری دل چسپی رکھتی تھی۔(۶۹) یہ عالمانہ اور فیاضانہ شخصیت کی حامل تھی، اربابِ کمال وعلم کی قدردانی اور سرپرستی کے علاوہ اس کے دستِ کرم سے بے شمار غریب لڑکیوں، بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے لیے وظیفے مقرر تھے۔(۷۰) اس نے ایک بیت العلوم قائم کر رکھا تھا جس میں مختلف علوم وفنون کے ماہرین کی خدمات

۶۳- ظفرالاسلام اصلاحی، مرجع سابق، ۱۲۲؛ بنارسی، مرجع سابق، ۲۳۰۔

۶۴- شائستہ پروین، مرجع سابق، ۱۱۹۔

۶۵- سرسید احمد خاں، **آثار الصنادید**، مرتب: خلیق انجم (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۰ء)، ۳: ۲۹۹۔

۶۶- مومن خاں عثمانی، مرجع سابق، ۱۷۵۔

67- William Irbine, *Later Mughals* (Calcutta,1922),V:1,P:2.

68- Hutton,Deborah, *A Companion to Asian Art and Architecture* (John Wiley and sons, ISBN:9781119019534) ,P:220.

۶۹- مستعد خاں، **مآثر عالمگیری**، مترجم: فدا علی طالب (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۲ء)، ۳۹۴۔

۷۰- مومن خاں عثمانی، مرجع سابق، ۱۷۵۔

حاصل کی گئی تھیں، یہ ماہرین تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے۔[۷۱] زیب النساء کی تین کتب یادگار ہیں، پہلی "زیب التفاسیر" جو کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی **تفسیر الکبیر** کا فارسی ترجمہ ہے جو اس کے حکم پر ایک عالم ملا صفی الدین اردبیلی نے کیا تھا۔ دوسری **الحجاج** سفر نامۂ حج ہے جسے مُلّا صفی الدین نے اس کی فرمائش پر ترتیب دیا اور تیسری **زیب المنشآت** ہے جو خطوط اور قطعات کا مجموعہ ہے۔[۷۲] اس نے سماجی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا، بہت سے باغات لگوائے، عمارات اور سرائیں بنوائیں۔[۷۳]

۱۶۔ زینت النساء بیگم (۱۶۴۳ء۔ ۱۷۲۱ء)

یہ اورنگ زیب کی بیٹی اور زیب النساء کی بہن تھی۔ "دلرس بانو" المعروف "رابعہ درانی بیگم" کے بطن سے تھی، دین سے محبت اور شریعت کی پابندی اس کو اپنے جلیل القدر والد سے ورثے میں ملی تھی۔ یہ بڑی انصاف پرور، سخی، بلند اخلاق، قرآن مجید کی حافظہ، دینی علوم کی ماہر اور شاعرہ تھی۔[۷۴] یہ دینی و سماجی سرگرمیوں میں بڑی متحرک تھی۔ اس نے دہلی میں "زینت المساجد" کے نام سے مسجد بنوائی۔ دہلی کی جامع مسجد کے بعد یہی مسجد بڑی اور خوب صورت ہے۔ پوری مسجد سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے، اسی مسجد میں زینت النساء بیگم کی قبر بھی ہے، کہا جاتا ہے اس نے اپنی شادی کروانے کے بجائے اپنے جہیز کی رقم کو مسجد کی تعمیر میں استعمال کیا۔[۷۵]

۱۷۔ نواب قدسیہ بیگم (م ۱۷۶۵ء)

یہ فرخ سیر کی بیٹی اور محمد شاہ کی بیوی تھی، اصل نام اودھم بائی تھا۔ نہایت قابل، دانا اور دوراندیش خاتون تھی، اس نے ایک خوب صورت مسجد بنوائی جو قلعہ شاہ جہاں آباد کے متصل تھی، یہ سنہری مسجد کے نام سے مشہور ہوئی۔[۷۶]

۷۱۔ صباح الدین عبد الرحمن، مرجع سابق، ۳: ۲۴۰؛ مستعد خاں، مرجع سابق، ۳۹۴۔

۷۲۔ ظفر الاسلام اصلاحی، مرجع سابق، ۱۲۶؛ مومن خاں عثمانی، مرجع سابق، ۲۹۴۔

۷۳۔ طالب ہاشمی، مرجع سابق، ۴۶۸۔

۷۴۔ مستعد خاں، مرجع سابق، ۳۹۵ و صباح الدین عبد الرحمن، مرجع سابق، ۳: ۲۴۵، ۲۴۴؛ طالب ہاشمی، مرجع سابق، ۴۱۰۔

۷۵۔ سرسید احمد خاں، مرجع سابق، ۳۵۵۔

۷۶۔ مصدر سابق، ۳۳۵۔

۱۸- فخر النساء

یہ بادشاہ محمد شاہ (۱۷۱۸-۱۷۴۷ء) کے دور کے ایک نام ور امیر نواب شجاعت علی خاں کی بیوی تھی۔ اس نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد اُس کی یادگار کے طور پر ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی، یہ دہلی میں کشمیری دروازے کے قریب موجود ہے۔ فخر النساء کے نام کی نسبت سے "فخر المساجد" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے گنبد بہت خوب صورت ہیں۔ مسجد کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

خان دیں پرور شجاعت خاں بجنت یافت جا
با رضائے حق تعالیٰ از طفیل مرتضیٰؑ
صدر خاتوناں کنیز فاطمہ فخر جہاں
یادگارش ساخت ایں مسجد بفضل مصطفیٰؐ (۷۷)

۴- نتیجۂ مقالہ

مقالہ ہذا کے نتائج کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے تہذیبی ارتقا کے لیے انسانی تاریخ کے ہر دور میں فعال و متحرک کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے اسی علمی و فکری اور سماجی روایت کو برصغیر کے مغلیہ عہد حکومت میں بھی جاری رکھا۔ اس ضمن میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے بھی بھرپور تحریک و ترغیب کا مظاہرہ کیا، خصوصاً شاہی خاندان سے وابستہ خواتین نے دینی و سماجی میدان میں مثبت رجحانات کو فروغ دیا۔ انھوں نے علم و ادب کی خدمت کی، قرآن مجید کو حفظ کرنے کا شرف حاصل کیا۔ قراءت قرآن کی تربیت پائی، سفرنامۂ حج قلم بند کیا، صوفیانہ افکار پر کتب تحریر کیں، عربی و فارسی میں شعر گوئی کی، مطالعہ کتب کی عادت کو اپنایا، حج و عمرہ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کو اپنے معاملات میں ترجیح دی، مسجد و مدرسہ کے قیام میں مستعدی دکھائی، علما و طلبا کی بھرپور سرپرستی کی، بے کس عورتوں کی مدد کی، نادار لڑکیوں کے نکاح کے انتظامات کئے، اُن کے جہیز کا بندوبست کیا، سماجی میدان میں نہایت فیاضی کا مظاہرہ کیا، باغات لگوائے، عوامی سہولیات کے لیے عمارات بنوائیں، سرائیں بنوائیں، مختلف فلاحی منصوبوں کے لیے سرکاری اور بعض اوقات نجی جائیدادوں کو وقف کیا۔ الغرض مغل شاہی

۷۷- طالب ہاشمی، مرجع سابق، ۴۹۱۔

خواتین نے انسانیت کی خدمت کے لیے علم وادب اور سماجی ترقی کے میدانوں میں شان دار کردار ادا کیا۔اس پس منظر میں مسلمانوں کی تاریخ سے متعلق بعض اہل مغرب کا یہ پروپیگنڈا سراسر غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے کہ مسلمانوں نے انسانی سماج کی ترقی میں کوئی قابلِ ذکر کردار ادا نہیں کیا۔ اس کے برعکس مُسلم اُمّہ کے تمام طبقات خصوصاً خواتین نے سماجی ترقی کے لیے بہترین اقدامات کیے ہیں، یہ اقدامات مسلمانوں کی شان دار تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں۔